سیر و سوانح

مولانا فتح محمد جالندھریؒ بہ حیثیت مترجمِ قرآن

_____ جناب محمد سلیم اسماعیل

مولانا فتح محمد خان جالندھری کا تعلق ایک علمی، ادبی اور دینی گھرانے سے تھا۔ آپ کے آباء و اجداد افغانستان سے ہندوستان آئے تھے اور آپ افغانی الاصل روہیلوں کے یوسف زئی قبیلے کے چشم و چراغ تھے۔ یہ وہ قبیلہ تھا جس کے بارے میں بہ قول حفیظ جالندھری، سید احمد شہیدؒ نے کہا تھا کہ ''اس خاندان میں انوار ولایت متوارث چلے آرہے ہیں''۔ آپ کے جد امجد جناب یار محمد خان فوجی افسر کی حثیت سے ہندوستان آئے، لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس صاحبِ شمشیر کی اولاد سے ایک صاحبِ قلم بھی پیدا ہوگا، جو پورے ہندستان میں آفتاب بن کر چمکے گا اور بے شمار لوگ اس کے علم و فضل سے مستفید ہوں گے۔[۱] آپ کے جد امجد یار محمد خان افغانستان سے ہجرت کر کے ہندستان آئے تو ریاست رام پور میں قیام کیا، وہیں ان کی شادی ہوئی، لیکن تلوار کے اضطراب نے انہیں رام پور سے پنجاب پہنچا دیا اور وہاں کے مشہور و معروف ضلع جالندھر میں انھوں نے سکونت اختیار کی۔

مولانا فتح محمد خان جالندھری کی پیدائش گاؤں ٹانڈا ضلع ہوشیار پور میں ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء کو ہوئی۔ لیکن آپ کے والد محترم کی ملازمت چونکہ جالندھر میں تھی، اس لیے آپ کی پرورش جالندھر میں ہی ہوئی[۲]۔ مولانا فتح محمد کے ذاتی حالات پردۂ خفا میں ہیں۔ اپریل ۱۹۲۸ء کو حفیظ جالندھری نے لاہور سے نکلنے والے علمی و ادبی رسالہ 'مخزن' میں لکھا تھا: ''میں نے آپ کے حالات فراہم کرنے کی کوشش کی، لیکن مجھے ناکامی ہوئی، کیونکہ جالندھر میں بھی، جو میرا وطن ہے، بہت کم لوگ ہیں جو آپ کے ذاتی حالات سے کما حقہ واقف ہوں''۔[۳]

علمی و ادبی خدمات

۱۹۳۸ء میں لاہور کے ایک بڑے پریس 'عطر چند اینڈ کپور سنز' نے اپنی گولڈن جوبلی کے موقع پر ایک خاص شمارے کا اہتمام کیا، جس میں ہندوستان کے تمام بڑے بڑے علماء و ادباء، جن میں ہندو، مسلم، سکھ اور عیسائی سب شامل تھے ان کو ان کی علمی ادبی خدمات پر خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اس میں مولانا فتح محمد جالندھری کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا:

> ''پریس نے مولانا فتح محمد جالندھری سے پرائمری، مڈل اور اعلیٰ درجات کے لیے اردو اور فارسی گرامر کی کتابیں تصنیف کرنے کی درخواست کی۔ وہ اپنی اعلیٰ صلاحیت کی بنا پر اس کام کے لیے بہت موزوں تھے۔ انھوں نے کافی محنت اور بہت وقت صرف کر کے ایسی کتابیں تصنیف کر دیں جو اس وقت ہندوستان کی معیاری کتابیں تھیں اور آج بھی انھیں اہم مقام حاصل ہے''۔[۴]

مولانا جالندھری کی اردو زبان میں مہارت کا ثبوت ہمیں ان کی تصنیف کردہ ان کتب سے ملتا ہے جو پرائمری، مڈل، ہائی اور اعلیٰ تعلیمی نصابات میں شامل تھیں۔ ان کی ایک کتاب 'مبادی القواعد' (اردو قواعد کا ابتدائی رسالہ) تھی، جسے محکمۂ تعلیم پنجاب نے اَپر پرائمری جماعتوں کے لیے ٹیکسٹ بک مقرر کیا۔ یہ کتاب رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز سے شائع ہوئی۔[۵] مولانا کی ایک دوسری کتاب 'افضل القواعد' کے نام سے شائع ہوئی، جو اردو گرائمر پر مشتمل تھی اور اسے بھی پرائمری جماعتوں کے نصاب میں شامل کیا گیا تھا۔ اس پر مولانا ٹیکسٹ بک کمیٹی پنجاب کے ممبران کا شکریہ ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں: ''یہ میرے لیے خوشی اور عزت کا موجب ہے کہ ممبران ٹیکسٹ بک کمیٹی پنجاب نے ازراہ قدردانی کتاب و نفع رسائی طلّاب جناب ڈائریکٹر صاحب سررشتہ تعلیم کی خدمت میں اس کے داخل درس کیے جانے کے لیے سفارش کی اور صاحب موصوف

نے اسے ٹیکسٹ بک مقرر فرمایا۔ میں ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں‘‘۔۶

تیسری کتاب مصباح القواعد کے نام سے ہے۔ اسے لکھ کر مولانا جالندھری نے نہ صرف اردو دان طبقہ کی، بلکہ عربی اور فارسی سمجھنے والوں کے لیے بھی بہت بڑی خدمت سر انجام دی۔ اس کتاب کی اہمیت و افادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۲۵/اگست ۱۹۲۳ء کو انجمن حمایت اسلام کے جلسہ میں طے ہوا کہ اردو قواعد پر ایک مکمل اور بسیط کتاب تیار کروائی جائے اور اس کام کے لئے شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد، مولوی حیدر علی طبا طبائی، مولوی عبدالحلیم شرر وغیرہ سے مشورہ کیا گیا۔ ان کی باہمی مشاورت سے مولانا جالندھری کی کتاب 'مصباح القواعد' اس مقصد کی تکمیل کے لئے تجویز کی گئی۔۷ اس کتاب پر جن لوگوں نے تعریفی و توصیفی کلمات کہے ان میں شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد، مولوی علی حیدر طباطبائی، مولوی عبدالمغنی، رائے بہادر، لالہ پیارے لال، سر محمد اقبال، مولوی ذکاء اللہ، خلیفہ عماد الدین، لالہ شیولال وغیرہ کے نام شامل ہیں۔

چوتھی کتاب 'منہاج القواعد' کے نام سے مولانا جالندھری نے لکھی جو پنجاب یونیورسٹی کے حکم سے انٹرنس کے نصاب تعلیم میں شامل تھی۔ یہ کتاب عطر چند کپور اینڈ سنز نے لاہور سے ۱۹۱۹ء میں شائع کی۔۸ اس سے بہ خوبی واضح ہو جاتا ہے کہ فن قواعد اور زبان دانی میں مولانا جالندھری کا رتبہ بہت بلند تھا۔ اردو زبان میں دینیات کے موضوع پر مولانا کی تصنیف کردہ دیگر کتب میں الوردوالریحان، الیاقوت والمرجان، نفیس تحفہ، طریق الاملاء، نفائس القصص والحکایات، ارشادات القرآن اور الاسلام قابل ذکر ہیں۔۹

ترجمۂ قرآن

مولانا فتح محمد خان جالندھری کی سب سے اہم خدمت ان کا ترجمۂ قرآن ہے، جو بہ عنوان 'نور ہدایت' بغیر عربی متن کے اور 'فتح الحمید' عربی متن کے ساتھ برصغیر پاک و ہند میں بہت مشہور ہوا۔ یہ ترجمۂ قرآن پہلی بار غالباً ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں امرتسر سے، اس کے بعد ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں رفاہ عام پریس لاہور سے شائع ہوا۔۱۰

مولانا اپنے ترجمۂ قرآن کے بارے میں رقم طراز ہیں۔ ''اس ترجمے میں جس امر کی زیادہ تر کوشش کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ سہل، سلیس اور با محاورہ ہو، اور اس کے ساتھ مطالب قرآنی صحیح ادا ہوں، نیز الفاظ و معانی میں مناسبت اور مطابقت تام ہو''۔ [۱۱]

مولانا جالندھری اپنے ترجمۂ قرآن کی خوبیاں درج ذیل اشعار میں یوں بیان کرتے ہیں:

ہیں قرآن میں خوبیاں جمع اتنی — زباں کو بیاں کی نہیں جن کے طاقت
مضامین ہیں عرش اعظم سے اترے — اتاری فرشتوں نے ایک ایک آیت
فصاحت کا سرمایۂ ناز ہے وہ — ہوئی جاتی ہے اس پہ صدقے بلاغت
یہ از بس کہ ہے ترجمہ بھی اسی کا — ہے اس میں بھی برکت سے اس کی سلاست
نہیں رائے کو دخل اس میں دیا کچھ — کہ ہے یہ سرا سر خلافِ دیانت
جو رکھتے ہیں اللہ سے خوف ان کو — خلافِ دیانت سے ہے سخت نفرت
زبان وقلم پر وہی بات آئی — جو فرما گئے اہل عہد نبوت
یہی سمجھا جو سمجھے تھے اہل قرآن — وہی لکھا جو لکھتے ہیں اہل سنت [۱۲]

مولانا فتح محمد جالندھری نے یہ ترجمۂ قرآن عوامی ذہن کے مطابق سلیس آسان اور عام فہم اردو زبان میں کیا ہے۔ انھوں نے اردو میں ہندی اور سنسکرت کے مستعمل الفاظ کی بجائے عربی و فارسی کے زیادہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ترجمۂ قرآن اپنے دور سے لے کر آج تک مسلسل مشہور ترین ترجمۂ قرآن سمجھا جاتا رہا ہے۔

اہل علم کے تاثرات اور تبصرے

فتح الحمید کا منظر عام پر آنا تھا کہ برصغیر پاک و ہند کے مشرق و مغرب سے جید علماء کے تحسینی و توصیفی کلمات مولانا کو وصول ہونے شروع ہو گئے۔ کئی علمی و ادبی اخبارات و جرائد نے بھی اس کی علمی افادیت کا تذکرہ کیا:

مولانا سید شاہ محمد بدرالدین امیر شریعت صوبۂ بہار نے مولانا کے نام اپنے

ایک خط میں اس ترجمۂ قرآن بارے میں لکھا: ''کئی سال ہوئے کہ جب سے تقریراً یا تحریراً جس کسی نے مجھ سے پوچھا کہ رائج اردو تراجم کلام اللہ میں کون سا ترجمہ اچھا ہے؟ کس کا ترجمہ منگواؤں؟ تو میں نے جواب میں یہی کہا کہ 'فتح الحمید' نام کا ترجمہ سبھوں میں بہترین ہے''۔۱۳

مزید فرماتے ہیں:

''میں نے فتح الحمید کا ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے ترجمۂ قرآن کے ساتھ تقابل کیا۔ ڈپٹی صاحب کے ترجمے میں ہلالی خطوط کے درمیان ضرورت سے زیادہ الفاظ پائے، جب کہ مولانا جالندھری کے ترجمہ کو ان عیوب سے پاک پایا۔ اس بنا پر میں آپ کے ترجمے کو اصح التراجم اور بہترین ترجمہ جانتا ہوں''۔۱۴

مولوی سید ممتاز علی، جو دارالاشاعت پنجاب لاہور کے مالک تھے، انہوں نے مولانا کا ترجمۂ قرآن پڑھا تو پھڑک اٹھے اور برملا کہا: ''جتنے ترجمے اس وقت شائع ہوئے وہ سب ہماری نظر سے گزرے ہیں، مگر جس ترجمے کو ہم نے زیادہ پسند کیا اور جس میں فی الواقع سب سے بڑھ کر خوبیاں ہیں، وہ فتح الحمید ہے، ایسے ترجمے کی مسلمانوں کو اشد ضرورت تھی۔ زبان کی نفاست وسلاست اور متانت، جو اس ترجمے میں ہے، وہ اوروں میں نہیں۔ آسان ایسا کہ بچے اور عورتیں بھی مطالبِ قرآنی سہولت سے سمجھ سکتے ہیں۔ بامحاورہ ایسا کہ پڑھنے والا بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے کہ کسی فصیح اللسان دہلی نژاد کا کیا ہوا ہے"۔۱۵

مولانا عبداللہ عمادی اس ترجمۂ قرآن کے بارے میں فرماتے ہیں: ''ہماری رائے میں یہ ترجمہ مختصر اور مطلب خیز ہے''۔۱۶

زاہد ملک نے اپنی کتاب 'مضامین قرآن' میں مولانا کے ترجمۂ قرآن کے خصائص کا ذکر کرتے ہوئے اسے تمام مسائل کے لئے قابلِ قبول، سلیس، عام فہم اور جمہور تفاسیر کے مطابق قرار دیا ہے۔۱۷

ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین نے مولانا جالندھری کے مذکورہ ترجمۂ قرآن کے بارے میں لکھا ہے: ''ترجمہ فتح الحمید میں ان کا اسلوب نہایت سلیس، سادہ اور عام فہم ہے۔ یہی سبب ہے کہ یہ ترجمہ عوام میں بہت مقبول ہوا۔ ان کے ترجمے میں مشکل پسندی قطعاً نہیں ہے۔ آسان ترین الفاظ اور بندشوں کا استعمال کیا ہے۔ یہ ترجمہ لکھ کر مولوی فتح محمد نے واقعی عوام کی بڑی خدمت کی ہے۔ اس میں انہوں نے عالمانہ اسلوب اور دقت پسندی کو بالکل خیر باد کہہ دیا ہے۔ ہر بات کو سیدھے، بلاواسطہ اور بغیر ہیر پھیر کے بیان کر دیا ہے''۔[۱۸]

رسالہ انجمن حمایت اسلام لاہور نے اس ترجمۂ قرآن پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

''قرآن مجید کا سب سے آخری ترجمہ جس پر ملک کے تمام انگریزی اور اردو اخبارات کے ذریعے اہل ملک اور اچھے اچھے عربی زبان سے واقف نقاد مبصروں کی طرف سے بے حد پسندیدگی کا اظہار ہو رہا ہے وہ مولوی فتح محمد جالندھری کا ترجمہ ہے۔ اس ترجمے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ با محاورہ ہے۔ اس میں لفظی ترجمے کی رعایت کا بھی حتی الوسع التزام کیا گیا ہے۔ زبان ایسی پاک اور شستہ جیسی کہ اس مقدس کلام کی شان کے لئے ضروری تھی۔ آیتوں کی ترتیب ایسی اچھی ہے کہ ہر آیت کے ساتھ نمبر دے کر اس کے ترجمے کے ساتھ بھی نیچے وہی نمبر دیا گیا ہے۔[۱۹]

اس ترجمے کے با محاورہ اور فصیح ہونے کے علاوہ اس کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ معتبر تفاسیر اور مسلمہ اصولوں کے مطابق قرآن کریم کے معانی کو ادا کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر مفید حواشی بھی درج ہیں، جو کتب صحاح اور مستند تفسیروں سے اخذ کیے گئے ہیں۔

حضرت خواجہ حسن نظامی نے اس ترجمۂ قرآن کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے: ''جناب مولوی فتح محمد خان صاحب جالندھری کا ترجمۂ قرآن مجید میں نے پڑھا۔ یہ ترجمہ مزے دار اردو میں ہے، یعنی جس زبان میں چٹخارے نہ ہوں۔ نہایت سنجیدہ، شائستہ اور عام فہم صاف سلیس زبان میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مفہوم قرآنی کو اردو

کے بہت سے تراجم کے مقابلے میں زیادہ اچھی طرح ادا کرتا ہے۔ جو لوگ زبان کے چٹخارے کو پیش نظر رکھتے ہیں وہ بعض اوقات ایسی غلطی کر جاتے ہیں کہ منشائے قرآنی بدل جاتا ہے اور قرآن کا سنجیدہ لہجہ عامیانہ شکل اختیار کر لیتا ہے۔ میرے نزدیک یہ بہت بڑا عیب ہے۔ قرآن مجید کی شان و متانت ترجمے میں باقی رکھنی چاہیے جو اس ترجمے میں موجود ہے۔ جہاں تک متن قرآنی کی شان اردو ترجمے میں آ سکتی ہے۔ مترجم نے کوشش کی ہے کہ اردو کے صحیح محاوروں میں اس کو ادا کرے۔ خطوط وحدانی کا بہت کم استعمال کیا ہے ان اعتبارات سے اس ترجمے کو بہت پسند کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ مسلمان اس کو پڑھیں اور اپنی عورتوں اور بچوں کو پڑھائیں''۔[۲۰]

مولوی محمد حلیم انصاری نے اس ترجمۂ قرآن مجید کا مطالعہ کرنے کے بعد لکھا:

''مولوی صاحب نے قرآن مجید کا اردو میں ایسا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کیا ہے جو اپنی سلاست و متانت اور لطافت کے لحاظ سے بالکل اچھوتا ہے اور الفاظ وحشیہ ولغات متنافرہ سے بالکل پاک ہے''۔[۲۱]

مولانا احسان اللہ خان نجیب آبادی فاضل دیو بند نے اس ترجمۂ قرآن کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا: ''جدید تعلیم یافتہ طبقے میں اس وقت دو ترجمے رائج ہیں: ایک ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کا اور دوسرا مولوی فتح محمد خان جالندھری کا، جو فتح الحمید کے نام سے موسوم ہے:[۲۲]

مولانا فتح محمد جالندھری اپنے ترجمۂ قرآن کے مقدمہ میں خود لکھتے ہیں:

''میرے دل میں تو کبھی یہ خیال نہیں پیدا ہوا تھا کہ قرآن مجید کا بالاستیعاب ترجمہ کر دوں، مگر چونکہ یہ سعادت میری قسمت میں لکھی تھی، اس لیے ارشادات القرآن اور نفائس القصص والحکایات کا شائع ہونا تھا کہ سخن شناسان اہل ذوق نے تمام قرآن کا ترجمہ کر دینے کے لئے فرمائش کر دی۔.......... اگر یہ معتبر تفاسیر سے جانچا جائے گا تو کسوٹی پر کسا ہوا سونا نظر آئے گا''۔[۲۳]

ایک دفعہ تاج کمپنی نے ایک نہایت دیدہ زیب رنگین عکسی قرآن مجید کی

اشاعت کی تجویز پیش کی، تو ضروری سمجھا کہ اس کی طباعت کے حسن صوری کے دوش بدوش حسن معنوی بھی پیدا کیا جائے، مگر آخر کار ایک مجلس شوری قائم کی گئی جس میں حضرت مولانا داؤد غزنوی (امرتسری) حضرت مولانا احمد علی صدر انجمن خدام الدین لاہور، حضرت مولانا غلام مرشد صاحب بھائی دروازہ لاہور، اور دیگر معزز علمائے کرام کو دعوت مشورہ دی گئی۔............ چنانچہ تبادلۂ خیالات اور غور وفکر سے قرار پایا کہ کوئی اعلیٰ پائے کا موجود ترجمہ شائع کر دیا جائے۔ چنانچہ نظرِ انتخاب اس مقبول و معروف اردو ترجمہ پر ٹھہری جو حضرت مولانا فتح محمد خان مرحوم جالندھری کی طرف منسوب اور "فتح الحمید کے نام سے موسوم ہے۔[۲۴]

مولانا مفتی محمد کفایت اللہ، صدر جمعیت العلماء ہند دہلی نے مولانا جالندھری کے ترجمۂ قرآن کا مطالعہ کیا، پھر بذریعہ خط انہیں لکھا: ''خاکسار نے تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور کی خواہش پر مولانا فتح محمد جالندھری مرحوم کے ترجمۂ قرآن، جو فتح الحمید کے نام سے معروف ہے، کا مطالعہ کیا۔ تمام قرآن مجید کا ترجمہ تو میں دیکھ نہ سکا، مگر چند مقامات کو بغور دیکھنے کے بعد میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ ترجمہ بھروسے اور اعتماد کے قابل ہے۔ قابل مترجم نے قرآن مجید کا مفہوم ادا کرنے میں سلف صالحین کے مسلک کا اتباع کیا ہے اور ترجمہ کو بامحاورہ، مطلب خیز، عام فہم بنانے کے باوجود الفاظ قرآنیہ کی پوری رعایت رکھی ہے اور توضیحات تفسیریہ کی غرض سے بین القوسین عبارتیں پڑھانے سے حتی الامکان اجتناب کیا ہے۔ الغرض یہ ترجمہ اپنے محاسن کے لحاظ سے ایک ممتاز درجہ رکھتا ہے'':[۲۵]

حضرت مولانا احمد علی، ناظم انجمن خدام الدین لاہور نے اپنے ایک خط میں مولانا کے ترجمۂ قرآن کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: ''حضرت مولانا فتح محمد خان مرحوم و مغفور کا ترجمۂ قرآن مجید مسمی فتح الحمید میں نے مقامات عدیدہ سے دیکھا اور کئی جگہ سے حواشی کا مطالعہ بھی کیا۔ جس سلیس اور عام فہم زبان میں مولانا ممدوح نے ترجمہ کیا ہے، دل ان کی محنت اور عرق ریزی کی بے ساختہ داد دیتا ہے۔ ترجمہ بامحاورہ اور حشو و زواید

سے بالکل بری ہے۔ باوجود اس کے ایسا معنی خیز ہے کہ معمولی استعداد کا انسان بہ آسانی مرادِ الٰہی سمجھ سکتا ہے۔ کوئی بات اس میں ایسی نظر نہیں آتی جو سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت یا قرونِ اولیٰ کے خلاف ہو۔ میرے خیال میں اردو داں مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ غیر مستند اشخاص کے انگریزی ترجموں کے بجائے فتح الحمید کا مطالعہ کریں"۔[۲۶]

پروفیسر ڈاکٹر محمد نسیم عثمانی مولانا کے ترجمۂ قرآن کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں: "ان کا ترجمۂ قرآن مجید با محاورہ ہونے کے ساتھ ساتھ مستند اور مفید سمجھا جاتا ہے اور امت مسلمہ کے تمام فرقوں کے لئے قابل قبول ہے"۔[۲۷]

فتح الحمید کا تنقیدی جائزہ

مولانا فتح محمد جالندھری نے فتح الحمید میں تفسیری ترجمۂ قرآن کیا، جو کہ لفظی ترجمۂ قرآن سے بہتر سمجھا جاتا ہے۔ اس میں اردو زبان کی تراکیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور بڑے شان دار انداز میں اصلی عربی متن سے زیادہ دور گئے بغیر قرآنی آیات کے مفہوم کو ادا کیا گیا ہے۔ اردو قارئین کی سہولت کے لئے کہیں کہیں بعض قرآنی الفاظ کی تشریح بین القوسین زائد الفاظ سے بھی کی گئی ہے۔ بعض جگہوں پر جہاں کسی بلاغی پہلو کی تشریح ناگزیر تھی، وہاں کم از کم اشارے سے مفہوم سمجھانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

اس ترجمۂ قرآن کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ ہندی اور سنسکرت الفاظ کی بجائے اردو زبان میں مستعمل عربی و فارسی الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ یہ ترجمۂ قرآن تقریباً سو سال گزرنے کے بعد بھی آج تروتازہ دکھائی دیتا ہے۔ قرآن پاک کی بعض اصطلاحات کا ترجمہ کرنے کے بجائے انہیں اسی طرح عربی میں ہی رہنے دیا گیا ہے۔ البتہ جہاں ابہام کا ڈر ہوا وہاں اس کی توضیح کر دی گئی ہے۔ اس ترجمۂ قرآن کے حاشیہ میں بعض اہم مسائل سے مستند و مدلل بحث بھی کی گئی ہے، جو قارئین کی دلچسپی کا

موجب ہے۔ مولانا نے قرآن کریم کی بعض آیات کے مفہوم کو بیان کرنے کے لئے اسباب النزول کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس ترجمۂ قرآن میں ترجمہ کے بعض اصولوں کی سختی سے پیروی کی گئی ہے۔ اس کی شہرت کی بڑی وجہ اس کا معتبر تفاسیر سے ماخوذ ہونا ہے۔ مولانا نے جمہور تفاسیر سے استفادہ کیا ہے اور شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے تراجم قرآنی کو سامنے رکھا ہے۔

اس ترجمہ میں سہولت کے پیش نظر اردو ترجمہ میں بھی آیتوں کے نمبر درج کردیے گئے ہیں۔ اس میں ایک خاص بات کا اہتمام یہ بھی کیا گیا ہے کہ ترجمہ میں زائد الفاظ نہ آنے پائیں۔ اس میں مولانا نے بعض ایسے الفاظ کا استعمال کیا ہے جو پہلے اردو میں مستعمل نہیں تھے، لیکن عربی و فارسی دان طبقے کے ہاں مانوس تھے۔ مولانا نے ترجمہ میں بعض مقامات پر کچھ جدت پسندی کا اظہار بھی کیا ہے مثلاً قرآن کریم کے لفظ ''بقرۃ'' کا ترجمہ بجائے 'گائے' کے 'بیل' کیا ہے۔

اس ترجمۂ قرآن میں بعض کوتاہیاں بھی سرزد ہوئی ہیں، جو قابلِ درگزر تو ہیں، لیکن انھیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً مولانا نے ہر جگہ اسم الجلالہ (اللہ) کا ترجمہ 'رب' سے کیا ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے تمام معانی کو بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اسی طرح سورۂ فیل میں ''طیراً ابابیل'' کا ترجمہ 'جھلڑ کے جھلڑ جانور' کیا ہے، جو ترجمہ 'جھنڈ کے جھنڈ پرندے' سے بہتر نہیں ہے۔ ایک تو 'طیراً' کا ترجمہ جانور کیا، جب کہ دیگر اکثر مترجمین نے 'پرندے' یا 'چرند پرند' کیا ہے، دوسرے 'ابابیل' کا ترجمہ 'جھلڑ کے جھلڑ' کیا ہے۔ اس کے بجائے 'جھنڈ کے جھنڈ' زیادہ سلیس اور عام فہم معلوم ہوتا ہے۔

بعض مقامات پر فارسی کے مشکل الفاظ کا استعمال بھی ملتا ہے مثلاً ''خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا'' (البیّنۃ: ۸) کا ترجمہ 'وہ ابدالآباد ان میں بسیں گے' کے الفاظ سے کیا ہے، جب کہ شاہ عبدالقادر نے اس کا ترجمہ 'سدا رہیں ان میں ہمیشہ' کیا ہے، جو زیادہ بہتر اور آسان لگتا ہے۔

حواشی و مراجع

۱۔ ظہور الدین پبلشرز، مخزن، لاہور، ج:۲، ص:۶، مقالہ نگار: حفیظ جالندھری، عنوان: 'مولوی فتح محمد جالندھری'، گیلانی الیکٹرک پریس، ۱۹۴۸ء

۲۔ سنیہ خانم سے حاصل ہونے والی بہ راہ راست معلومات (سنیہ خانم مولانا فتح محمد خان جالندھری کے بڑے صاحب زادے نذیر احمد خان کی صاحب زادی ہیں، جو مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد میں رہائش پذیر ہیں)

۳۔ مقالہ 'مولوی فتح محمد جالندھری'، از حفیظ جالندھری، ص:۶

۴۔ Uttar Chand Kapur and Sons: House of Kapur's Golden Joblee, 1983, P18

۵۔ جالندھری، فتح محمد خان، مبادی القواعد، منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز لاہور، ۱۹۱۹ء، سرورق

۶۔ جالندھری، فتح محمد خان، افضل القواعد، لاہور، سرورق

۷۔ جالندھری، فتح محمد خان، مصباح القواعد، ناظم برقی پریس لاہور، ۱۹۱۹ء، سرورق

۸۔ جالندھری، فتح محمد خان، منہاج القواعد، عطر چند اینڈ کپور سنز لاہور، ۱۹۱۳ء، سرورق

۹۔ ملاحظہ کیجیے مذکورہ کتابوں کے سرورق

۱۰۔ صالحہ عبدالحکیم شرف الدین، قرآن حکیم کے اردو تراجم، طبع کراچی، ص ۲۶۲

۱۱۔ جالندھری، فتح محمد خان، فتح الحمید، قرآن مجید ترجمۂ جدید، تاج کمپنی لاہور، ۱۳۵۴ھ، دیباچہ

۱۲۔ حوالہ بالا

۱۳۔ حوالہ بالا

۱۴۔ حوالہ بالا

۱۵۔ حوالہ بالا

۱۶۔ حوالہ بالا

۱۷۔ زاہد ملک، مضامین قرآن، العمر پرنٹر، مطبوعاتِ حرمت، اسلام آباد، ۱۹۷۸ء، ص ۵۲

۱۸۔ صالحہ عبدالحکیم شرف الدین، قرآن حکیم کے اردو تراجم، ص ۲۶۲

۱۹ جالندھری، فتح محمد خان، فتح الحمید، لاہور، دیباچہ

۲۰ حوالہ بالا ۲۱ حوالہ بالا

۲۲ حوالہ بالا ۲۳ حوالہ بالا

۲۴ حوالہ بالا ۲۵ حوالہ بالا

۲۶ حوالہ بالا

۲۷ محمد عثمانی، ڈاکٹر، اردو میں تفسیری ادب پر ایک تاریخی تجزیاتی جائزہ، عثمانیہ اکیڈمک ٹرسٹ کراچی، سنہ طباعت درج نہیں، ص۹۳

معرکۂ اسلام و جاہلیت

مولانا صدرالدین اصلاحی

اسلام کی بصیرت افروز آگہی کے لیے جاہلیت سے واقفیت ناگزیر ہے۔

☆ عقائد، عبادت، اخلاقیات اور زندگی کے تمام معاملات میں جاہلیت اور اسلام کے درمیان اصولی فرق کیا ہے؟

☆ دونوں کے درمیان فطری اور مسلسل کش مکش کا انداز کیا ہے؟

☆ جاہل عناصر کس طرح اسلامی تصورات میں اپنی جگہ بنا لیتے ہیں؟

ان اہم پہلوؤں پر اس کتاب میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ مصنف کے گہر بار قلم نے موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ صفحات: ۲۱۶ قیمت:-/۹۰ روپے

اس کتاب کا انگریزی ترجمہ ڈاکٹر اسرار احمد خان نے انتہائی معاری اور دلکش اسلوب میں Islamic Civilization in its Real Prespective کے نام سے کیا ہے۔

آفسیٹ کی عمدہ طباعت صفحات: ۱۳۷ قیمت:-/۹۰ روپے

ملنے کے پتے : ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، پوسٹ بکس نمبر-۹۳، علی گڑھ-۲

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، دعوت نگر ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی-۲۵